

الجزائر میں اسلام کا مستقبل

[الجزائر میں ۸۳ء سے لے کر ۹۶۲ء تک آزادی کی راہ میں جس قدر خون بہایا گیا ہے وہ اسلام کے نام پر بہایا گیا ہے مگر آزادی کے بعد اس بد نصیب ملک کو بھی وہی حادثہ پیش آیا ہے جو پاکستان، انڈونیشیا، تونس اور مراکش کو پیش آچکا ہے۔ حصول آزادی کے بعد وہاں جو گروہ برسرِ اقتدار آیا ہے اس کی اکثریت الجزائر میں اسلام کے غلبہ و فروغ کو دیکھنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ بلکہ وہ اسے سیکولر اسٹیٹ میں تبدیل کرنے کے درپے ہے۔ الجزائر کے علماء کی جماعت جو وہاں کی بااثر عوامی جماعت ہے اور جس نے تاریک ترین ادوار میں الجزائر کے اندر جہاد کی روح پھونکی ہے اور اسلام کو اور عربی زبان کو زندہ رکھنے کا کام سرانجام دیا ہے، اس عنصر کا مقابلہ کرنے کے لیے بروقت میدان میں اتر آئی ہے۔ اور اس نے حکمرانوں کو صاف طور پر گاہ کر دیا ہے کہ اگر اس ملک میں اسلام کو نظر انداز کر دیا گیا تو اسے نہ صرف الجزائر میں قوم کی تہذیب بلکہ انقلاب کے مقصد سے انحراف سمجھا جائے گا۔ علماء کے اس اعلان نے گویا الجزائر میں اسلامی انقلاب کے لیے اصل جدوجہد کا افتتاح کر دیا ہے۔ اور یہیں امید ہے کہ الجزائر کے مجاہد مسلمان جو دنیا کی عظیم استعماری طاقت کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ ایسے لوگوں کو من مانی کارروائی کرنے کا زیادہ موقع نہیں دے گا جو اس کے دین و ایمان سے کھینچنے کی حماقت کر رہے ہیں۔

[خ - ح]

الجزائر میں علماء کا مطالبہ نظام اسلامی | لندن کا یہودی اخبار: جیوش ایبزدور اپنی ۱۳ اگست ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں الجزائر کے نامہ نگار کے حوالے سے ”اسلامی حکومت قائم ہو کر رہے گی“ کے عنوان کے تحت لکھتا ہے،

۱۰ الجزائر کے مذہبی رہنماؤں نے مطالبہ کیا ہے کہ ”جدید الجزائر میں اسلام اور عربی زبان کو بالائی
حاصل ہوئی چاہیے“ الجزائر میں علماء نے اپنے ایک بیان میں ان قوم پرست لیڈروں پر سخت
تنقید کی ہے جو الجزائر کو ایک ماڈرن سوشلسٹ اسٹیٹ بنانے اور مذہب کو ریاست کے
معاملات سے بے دخل کرنے کے درپے ہیں۔ علماء نے واضح کر دیا ہے کہ اگر الجزائر میں اسلام
کو ریاست کی بنیاد اور عربی زبان کو الجزائر کی سرکاری زبان قرار نہ دیا گیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا
کہ الجزائر میں انقلاب نے نہ صرف ان لاکھوں شہداء کے ساتھ غداری کی ہے جو جنگ آزادی
میں خون کی ہوئی کھیل چکے ہیں بلکہ یہ انقلاب اپنے تاریخی مقصد میں بھی ناکام ہو گیا ہے۔
معاهدۃ ایویان میں یہ صراحت ہے کہ الجزائر کا جو دستور بنایا جاتے اُس میں مذہبی آزادی
کی ضمانت دی جاتے اور فرانسیسی اور عربی زبانوں کو ریاست کی سرکاری زبانیں قرار دیا جاتے
دستور کا خاکہ مرتب کرنے کا کام جنرل کونسل کے سپرد کیا گیا تھا لیکن جنرل کونسل تدوین دستور
کے سلسلہ میں متعدد مرتبہ اپنے اجلاس ملتوی کر چکی ہے۔ اور آخر کار یہ طے تھا کہ ۹ ستمبر
۱۹۶۲ء کو اس کا حتمی اجلاس ہوگا۔ لیکن اس تاریخ کو بھی اجلاس منعقد نہ ہو سکا اور فوجی
لیڈروں اور سیاسی رہنماؤں کے مابین مسلسل رسد کشی کی وجہ سے غیر معین عرصہ کے لیے
معروض التوا میں ڈال دیا گیا۔

لیکن الجزائر کے علماء نے، فرانسیسی تسلط کے خاتمہ کے بعد، اب پہلی مرتبہ اپنے
ایک پبلک بیان میں کھل کر اعلان کر دیا ہے کہ معروف سیاسی آزادی اور اقتصادی ترقی
ہی الجزائر کے انقلاب کا مقصد قرار نہیں دیتے جاسکتے۔ علماء کے بیان کے یہ الفاظ خاص
طور پر قابل ذکر ہیں: ہر قوم (نظریات و عقائد کے لحاظ سے) اپنا جدا گانہ شخص رکھتی ہے۔
اگر یہ اقیانوس ختم کر دیا جاتے تو تمام قومیں سمندر کی مچھلیاں بن کر رہ جائیں، اور الجزائر
فرانسیسی اور ہسپانوی سب ایک قوم قرار پائیں۔ اگر اس نقطہ نظر کے مطابق ہم نے الجزائر
کی تعمیر نو کا آغاز کیا تو اس کے دوسرے معنی یہ ہوں گے کہ الجزائر ایک کھلی بین الاقوامی ریاست

میں تبدیلی ہو جائے گا۔ لیکن ہم اس نظریے کے مخالف ہیں۔ ہم الجزائر میں اسلام کا مستقبل قومی شخصیت کے حامل ہیں جس کا تانا بانا ہمارے مذہب: اسلام، ہماری زبان: عربی اور ہماری روایات اور ہماری تاریخ سے مرکب ہے۔ جو لوگ اسلام کو امور ریاست سے بے دخل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، عماد کے بیان نے ان کی کوششوں کو — انقلاب کی بنیادوں سے انحراف، امت مسلمہ کے اندر رہ کر اسلام پر حملہ، اور پوری الجزائر قوم کی تہذیب — خراب کر دیا ہے۔

مغرب کی مسیحی صحافت کا جدید رجحان | اسلام آج کل مغرب کی مسیحی صحافت کی نگاہ میں غیر معمولی دلچسپی کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اسلام کی موجودہ بیداری اور مغرب عربی کی ریاستیں اور علی الخصوص الجزائر کے اسلامی مستقبل پر اس کی خصوصی نظریں جمی ہوئی ہیں۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ کلیسا نے جہاد الجزائر کو وسیع الاثر اسلامی بیداری کا ایک منظر قرار دیا ہے۔ خواہ یہ اثر اسلام کے فروغ کے امکانات کے حق میں ہو اور خواہ مسیحی سرگرمیوں کی حد تک مسیحی صحافت کی یہ دلچسپی اور الجزائر میں جہاد کے بارے میں کلیسا کی یہ رائے مسلم حلقوں کے لیے انتہائی قابل غور ہے۔ اور اس امر پر یقین کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ مغربی سامراج مسلمان ممالک میں صرف اقتصادی اغراض کے لیے نہیں داخل ہوا بلکہ تبلیغی مقاصد و نظریات کے تحت آیا ہے۔ چنانچہ ہم فرانس کے مسیحی مشنریوں کو قضیۃ الجزائر کے بارے میں عیسائیوں کے موقف کے متعلق طرح طرح کی معنی خیز چیزیں سن کر حیرت و کجی دیکھ چکے ہیں۔ ان میں سے زیرک اور دوراندیش گروہ کی رائے یہ تھی کہ الجزائر کی جنگ کے بعد پیدا ہونے والے عوامی نتائج کے پیش نظر مسلمانوں کے ساتھ عداوت کے اظہار میں احتیاط برقی جاتے۔ کیونکہ یہ نتائج مزید بڑھ ہو جائیں گے اگر عیسائیوں نے مذہبی بنیادوں پر مسلمانوں کے خلاف موقف اختیار کیا۔ اب جبکہ الجزائر کی سرزمین سے استعماری نفوذ ناکل ہو چکا ہے ہم دیکھ رہے ہیں کہ مغرب الجزائر کی جنگ کو اسلامی جہاد سمجھ کر وہاں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے مقابلے میں ایک طرف فروغ مسیحیت کے مستقبل پر خاص توجہ صرف کر رہا ہے اور دوسری طرف وہاں اپنے اقتصادی تحفظات کا اہتمام کر رہا ہے۔

اپنے مذکورہ قیاسات کی صحت پر ہم بطور نمونہ چند اخبارات کے اقتباسات نقل کرتے ہیں۔ تاکہ الحجرات کے مسلمان حقیقت حال سے باخبر ہوں اور اپنے وجود کے تحفظ کے لیے اپنے دینی وسائل کو بروئے کار لائیں۔ یہ بات ناقابل تردید ہے کہ مسلمانوں کے وجود کا تحفظ و بقا اور باغزت طور پر اپنے حقوق کا حصول صرف اسلام کی بدولت ہو سکتا ہے اور ان کا مستقبل صرف اسلام کی پیروی اور اسلامی تعلیمات کے فروغ سے وابستہ ہے۔

مسلمانوں سے بہتر تعلقات استوار کرنے کی اسکیم | سوئٹزرلینڈ کا ایک اخبار: "جنیوا ٹریبون" ۷ جولائی ۱۹۷۷ء کی اشاعت میں زیر عنوان: "کیتھولک مسلمانوں کو مسجدیں واپس کر دیں" لکھتا ہے:

"الحجرات کی آزادی کے بعد پہلی مرتبہ جمعہ کے روز دارالحکومت الحجرات کے گریبا میں منہ نامہ برپا ہوا۔ سینکڑوں مسلمان گرجا کے ہال میں گھس گئے۔ ایک امام صاحب منبر پر چڑھ گئے اور انہوں نے حاضرین کو آگیا کہ وہ اس گرجا کی واپسی کا مطالبہ کریں کیونکہ یہ پہلے مسلمانوں کی مسجد تھی۔ اس مقالے کے آخری الفاظ یہ ہیں:

"وہ آزاد الحجرات میں کیتھولک چرچ اور اسلام کے مابین اسباب نزاع کی کمی نہیں ہے خاص طور پر یہ صورت ان مساجد کے بارے میں نمایاں طور پر سامنے آتی ہے جو مسلمانوں سے چھین کر گرجوں میں تبدیل کی گئی ہیں جس کی ایک مثال قسطنطنیہ کا گرجا ہے۔ فرانس کے کثیر الاشاعت کیتھولک میگزین: "انسٹیشنل کیتھولک انفورمیشن" کے ایک کالم نویس نے حال ہی میں یہ تجویز پیش کی ہے کہ الحجرات کے ان مذہبی مقامات کی جو عیساویوں اور مسلمانوں کے درمیان مابہ النزاع ہیں، دینی حیثیت ختم کر کے انہیں میوزیم میں تبدیل کر دیا جائے لیکن اس تجویز کو کوئی شخص مذہبی رواداری پر محمول نہیں کر سکتا۔ بہتر یہ ہے کہ ناحق طور پر جو عمارتیں مسلمانوں سے چھینی گئی ہیں انہیں واپس کر دیا جائے۔ علاوہ ازیں یہاں ایک اور مسئلہ بھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آج کل یہ افواہ عام گشت کر رہی ہے کہ آزاد الحجرات میٹنگ کے ساتھ معاہدہ کرنے والا ہے۔ یہ بات بظاہر قابل امکان ہے۔ لیکن اس سے الحجرات کے راہبوں

اور ویٹیکن کی مذہبی کونسل کے ارکان کی نشینٹی کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہو گا۔ اور اس امر کا کوئی یقین نہیں ہے کہ یہ تمام افراد الحزب اٹری نشینٹی کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوں گے۔“

میلیبی جنگ کے خاتمہ کا معنی خیر اعلان | پیرس کے مشہور اخبار: "ٹریبون آف نیشنز" (TRIBUNE DES NATIONS)

نے حال ہی میں ایک طویل مقالہ سپر قلم کیا ہے جس کا عنوان ہے: "کیا میلیبی جنگیں ختم ہو گئی ہیں؟"۔ اس مقالے میں وہ لکھتا ہے: "اٹھ صدیاں گزرنے کے بعد لازم ہو گیا تھا کہ بحرا بیض بھی دائرہ امن میں داخل ہو۔ چنانچہ اب اسلام اور یورپ کی ملی جھگڑت بحرا بیض میں امن کے قیام پر مہر تصدیق ثبت کرے گی۔"

مسلمانوں سے اتحاد کے نئے رشتوں کی تلاش | یہ اخبار بحرا بیض کی مسلمان قوموں کی مرکزی حیثیت کا ذکر کرتے مسلمانوں کی سیاسی اور جغرافی وحدت پر دو تحسین دینے اور عالمی ثقافت میں مسلمانوں کے اہم کردار کا اعتراف کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ قضیہ الحزب اٹری کے حل کو پورے مشرق عربی میں ٹبری مسرتوں اور شادمانیوں کے ساتھ خوش آمدید کہا گیا ہے۔ اخبار نے اس سلسلہ میں ان بیانات کا ذکر بھی کیا ہے جو مشرق عربی کے بعض نمایاں رہنماؤں کی طرف سے فرانس کے موقف پر اظہار پسندیدگی کے بارے میں دیئے گئے ہیں۔ لگے پہل کر یہ اخبار لکھتا ہے کہ یہاں کچھ اور وجوہ بھی ہیں، جو سیاسی خیر سگالی سے زیادہ اہم اور عمیق ہیں اور مشرق کے عربی ممالک کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ فرانس کی طرف انتہام کے ساتھ متوجہ ہوں۔ من جملہ ان اسباب کے یہ بھی ہیں:

مشرق کے عربی ممالک نے اپنے مقاصد و نظریات سے مطابقت رکھنے والی داخلی اور خارجی سیاست کی مسلسل تلاش کی ہے۔ اس کوشش و جستجو میں ان ممالک کو مشرقی بلاک اور امریکی بلاک دونوں کے بارے میں مفید تجربات حاصل ہوتے ہیں۔ لیکن یہ ممالک ابھی تک اپنے مسائل کے مزدور حل کا سراغ نہیں پاسکے۔ سرمایہ دارانہ حل ہو یا مارکسی حل دونوں ان کی ضرورت کو پورا نہیں کر سکتے کیونکہ یہ دونوں حل اگرچہ بغاوت متضاد ہیں لیکن اس نقطہ پر یہ دونوں آکر مل جاتے ہیں کہ یہ شہری آبادیوں اور عام مزدوروں کے مسائل کو پیش نظر رکھ کر وضع کیے گئے ہیں جب کہ دنیا کے عرب کاشتکاروں اور دیہی آبادیوں پر مشتمل ہے۔ اس لیے

دونوں بلاکوں کا کوئی صل بھی دنیا سے عرب کے مناسب حال نہیں ہے۔ فرانس کو بھی اپنی داخلی اور خارجی زندگی میں امریکی بلاک اور مارکسی بلاک کے درمیان استقرار نصیب نہیں ہے۔ کیونکہ فرانس بھی زرعی ملک ہے اور دنیا سے عرب کی طرح اُسے بھی مناسب حال صل کی تلاش ہے۔ معاہدہ الیوبان فرانس کو اس غیر عربی بلاک (یعنی زرعی بلاک) میں داخل کر دے گا۔ کیونکہ آج کے بعد فرانسیسی باشندے اور مزدور ہی الجزائر کے حقیقی سوشل انقلاب کی مالی پشت پناہی کریں گے۔ اس سے خود فرانس کے موجودہ قوانین بھی لامحالہ متاثر ہوں گے۔ گویا الجزائر کے آئندہ حالات فرانس کے مستقبل کی تعمیر بنی نمایاں حصہ لیں گے۔ اور چونکہ الجزائر وسیع و عریض عربی جسم (یعنی عرب ممالک) کا ایک عضو ہے لہذا ناگزیر طور پر فرانس کا تعلق بحیرہ بیض کے قریبی عرب ممالک کے ساتھ بھی استوار ہو جائے گا۔ اور ان ممالک کو فرانس کے تجربات سے استفادہ کرنے کا موقع ملے گا جو انہیں ایک ایسے دستوری نظام کو اختیار کرنے پر تیار کریں گے جو تمام قدیم اور آزمودہ محلوں سے بڑھ کر ہوگا۔۔۔۔۔ اور طبعی طور پر فرانس اور اسرائیل کے مستحکم تعلقات بھی قریب قریب ختم ہو جائیں گے۔ کیونکہ ان تعلقات کا مستقبل روشن نہیں ہے۔ اسرائیل موجودہ پوزیشن میں مشرق وسطیٰ کا ایک معطل عضو ہے۔ اور تاریخ کا قاضی ایسے عضو کو مسترد کر دینے کا فیصلہ دیتا ہے۔ تل ابیب کی یہ سخت غلطی ہے کہ وہ اپنی ناکامی کی ذمہ داری رہنما کونسل کی کسی شخصیت پر ڈالتا ہے۔

خونریز صلیبی جنگ کے بعد پرامن جنگ کا آغاز | مقالہ نگار اپنا مقالہ ان الفاظ پر ختم کرتا ہے :

”صلیبی جنگوں کا خاتمہ اب ایک تھکے ہوئے لشکر کو سستانے پر مجبور کرے گا۔ اور ان دانشوروں سے گوشہ عافیت میں پناہ لینے کا مطالبہ کرے گا جو پرانی ڈگر پر اخلاقیات کا درس دیتے رہے ہیں۔ اور جن کی اکثریت اسلام کو ایک خیالی مذہب سمجھتی رہی ہے۔ لیکن جو لوگ ناگہانی حالات کا سامنا کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں اور مسائل کا جائزہ گزشتہ صدی کی عینک سے لینے کے بجائے بیسویں صدی کی روشنی میں لینے کی اہلیت

رکھتے ہیں وہ آنے والی نسلوں کو ایسے مفید تجربات سے نوازیں گے جو انہیں قوموں سے مل کر رہنے کا درس دیں۔

ہمیں چھٹی صدی ہجری کے حالات کا مطالعہ کرنا چاہیے جو تیرھویں صدی میں ایک نادر شخصیت فریڈرک دوم نے لکھی تھی۔ فریڈرک دوم جرمنی کا شاہنشاہ اور صقلیہ کے حکمران خاندان کی آخری وارث تھا۔ یہ شخص اسلام کا بہت بڑا عالم تھا اور اپنے دربار میں بھی فلاسفہ کو اور علمائے اسلام کو جمع رکھتا تھا۔ اس نے پوپ کے اصرار پر ارض مقدس میں پرامن صلیبی جنگ کا آغاز کیا جس میں خونریزی کے بجائے باہمی گفتگو اور تبادلہ خیالات کو ترجیح دی۔ چنانچہ ۱۲۲۹ء کو یافا میں اسکی کوششوں سے جو معاہدہ ہوا اودا کس میں اُسے جو حیرت ناک کامیابی حاصل ہوتی وہ اُس کے پیشرووں میں سے کسی بڑے سے بڑے بطل کو ملواریا استعمال کرنے کے باوجود بھی حاصل نہ ہو سکی۔ فریڈرک دوم کا یہ کمال نہیں تو اور کیا تھا کہ اُس نے سلطان کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ سلطان تینوں مقدس شہر بیت المقدس، بیت لحم اور ناصرہ) دوستانہ طور پر مسیحی دنیا کو واپس کر دے۔ چنانچہ یہ معاہدہ مسلمان حلقوں کے شدید غم و غصہ کے باوجود نافذ ہوا۔ معاہدہ یافا فریڈرک اور مسلم تعلقات کی تاریخ میں ایک بہت بڑا تاریخی واقعہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ جس طرح وہ خون اپنی قیمت رکھتا ہے جو بروقت بہایا گیا ہو اسی طرح امن کے اندر بھی اتنی قوت ہے کہ وہ انسانیت کو اپنے حیران کن ثمر سے شاد کام کرے۔“

(راخوذا از المسلمون۔ جنیوا)